زمانے کی گواہی کے مطابق ہر طرح کا خسارہ بھگت رہے ہیں۔ ان کی معاشی حالت پتلی ہوگئی ہے، معاشرتی مقام سے یہ محروم ہوگئے ہیں، زمین و آسمان ان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ ہر طرف سے یہ دھتکارے اور پھٹکارے جارہے ہیں ___ یہ کیسا نفع ہے جو انہیں مل رہا ہے؟ ان کے برعکس، جو شیوخ اور سردار نہ ایمان لائے، نہ نیک کام کرتے ہیں، بلکہ اُلٹا، دنیا کا ہر بُرا کام کرنے میں پیش پیش ہیں، زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ یہی ہر طرح کے فائدے سمیٹ رہے ہیں (واضح رہے کہ یہ سورۃ مکی دور کے بھی ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی تھی۔ مدینے میں مسلمانوں کا عروج ابھی کسی کے تصور میں بھی نہ آیا تھا)۔

اور آج کا فلسفی دانشور یہ کہہ کر اسے ٹال سکتا ہے کہ دنیا میں عروج اور ترقی صرف اہل ایمان کی اجارہ داری تو نہیں، وہ قومیں بھی باری باری خوش حالی اور نفع اندوزی کا مزہ چکھ چکی ہیں جو مشرک یا بے دین تھیں: قدیم دور میں عراق، مصر، چین، روم و یونان وغیرہ اور موجودہ دور میں یورپ، امریکہ اور اشتراکی روس بھی مادی منافع و خوش حالی سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر متمتع ہو رہے ہیں۔ پھر اس میں مسلمانوں کی کیا خصوصیت ہے کہ ان کے بارے میں دعویٰ کیا جاسکے کہ وہ خسارے سے بچے ہوئے ہیں۔ اور اگر اس سورۃ میں انسان سے مراد قومیں اور ممالک نہیں، انسانی افراد ہوں تب بھی زمانہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ مسلمان ہوجانا اور مذکورہ خوبیاں اپنے کردار و عمل میں پیدا کر لینا خسارے سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے، اس کے برعکس زمانے کی گواہی تو عموماً یہ ہوتی ہے کہ ایمان لاکر ایک انسان خسارہ ہی مول لیتا ہے۔

یہ سب اعتراضات و اشکالات اس صورت میں پیدا ہوتے ہیں جب زمانے کی گواہی میں اس تیسری آیت کے استثنا کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اس کے برخلاف میری ناقص رائے میں زمانے کی گواہی صرف اتنی ہی ہے کہ "انسان بڑے خسارے میں ہے"۔ اس کے بعد کا استثنا ___ ایمان لانے، عمل صالح کرنے اور حق و صبر کی باہم تاکید کرنے والوں کو خسارے سے بچ نکلنے کی بشارت ___ براہ راست اللہ رب العالمین کا وعدہ ہے۔

چنانچہ میرے نزدیک سورہ العصر بیک وقت حق کے منکروں کو فہمائش بھی ہے اور اہل ایمان کو تسلی بھی۔ اور میں اس کے نزول کا پس منظر اس طرح سمجھتا ہوں کہ ابتدائی مکی دور میں، جب مٹھی بھر ایمان لانے والے آزمائشوں میں گھر چکے تھے، معاشرے میں انہیں نکو بنادیا گیا تھا، ان کا کاروبار ختم

ہوتا جا رہا تھا۔ اور انہیں طرح طرح سے ذہنی اور جسمانی ایذا دہی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اُس وقت اُس معاشرے کے کھاتے پیتے لوگوں اور ان نئے نئے مسلمان ہونے والوں کے دوستوں اور عزیزوں نے طنزاً یا ازراہِ ہمدردی ان سے کہا ہوگا کہ تم کیوں خود کو مصیبت میں ڈالتے ہو اور کیوں زمانے کی روش کے خلاف چلتے ہو؟ دیکھو زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ تم لوگ خسارے کا سودا کر رہے ہو؛ جو لوگ اِس وقت سربراہ اور خوش حال بنے بیٹھے ہیں اور ہر طرح کے فوائد سمیٹ رہے ہیں، انہی کا تم بھی ساتھ دو، ورنہ زمانہ تمہیں ختم کر کے رکھ دے گا۔

اس طرح کی باتیں سنتے سنتے مسلمانوں کو بھی اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ اضطراب قدرتاً ہوا ہوگا۔ اور نہ بھی ہوا ہوگا تو کم از کم ان باتوں کا جواب تو ظاہر ہے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مختصر اور بلیغ جواب دیا گیا کہ زمانہ تو پوری نوعِ انسان کے خسارے کی گواہی دے رہا ہے: کہاں ہیں وہ بڑے بڑے بادشاہ، حکیم، سپہ سالار، دولت مند، اور ہر طرح کے اعلیٰ افراد نے افرادِ انسانی جو کبھی اسی کرۂ ارضی پر پھلتے پھولتے رہے تھے؟ موت نے آکر سب کو خسارے سے دوچار کر دیا، ان کی فرماں روائی، علم و عقل، دلیری و جنگ جُوئی، مال و دولت، ذہنی و بدنی طاقتیں، سب آخر کار قصۂ ماضی ہو کر رہ گئیں۔ کونسا انسان ہے وہ جو اپنی کسی متاع سے موت پر قابو پا سکا ہو؟ اور کون سی قوم ہے وہ جو اپنے انتہائی عروج پر پہنچ کر، جلد یا بدیر، زوال کی طرف بڑھنے سے رُک سکی ہو؟ انسانیت کا یہ سارا قافلہ تو خسارے ہی کی طرف رواں دواں ہے۔ موت کے بعد کسی شخص کا ذکرِ خیر، یا اُس کے نام پر دُنیا بھر کی خیرات بھی اس کے لیے نفع بخش نہیں ہو سکتی۔ اپنی محدود مدتِ زندگی میں جو کچھ وہ کھا پی چکا، پہن اوڑھ چکا اس کے سوا کچھ بھی اس کے کام نہیں آتا۔ لہٰذا زمانے کی گواہی یہ نہیں کہ اہلِ ایمان نے اپنی چند روزہ زندگی میں کچھ مصائب جھیلے، یا منکرین نے اسی عارضی حیاتِ دُنیوی میں کچھ مزے اُڑا لیے، بلکہ زمانے کی گواہی دراصل یہ ہے کہ تمام انسانوں کا انجام ایک بڑے خسارے میں جا پڑنا ہے، جس کے بعد نفع کی کوئی صورت نہیں۔ گویا دُنیاوی اور مادی نقطۂ نظر سے، جس کو حق کے تمام منکرین اصل حق سمجھتے ہیں، انسان اس بڑے خسارے سے بچ نہیں سکتا۔ اور مادہ پرست انسان کے لیے یہ بڑا خسارہ موت ہی ہو سکتا ہے ــــــ زمانے کی گواہی یہاں پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زمانے نے اہلِ ایمان کا عروج بھی دیکھا ہے۔ پھر بھلا وہ اس کی گواہی کیوں